ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مؤرخہ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

۲۵ پیسے

بارگاہِ ایزدی میں

راسخ عرفانی، گوجرانوالہ

تو خالق ہے تو ربِّ دو جہاں ہے
تری رحمت محیطِ بیکراں ہے

حکومت بحر و بَر پر بھی ہے تیری
حکومت خشک و تر پر بھی ہے تیری

ازل سے ہر کوئی محتاج تیرا
ابد تک غیر فانی راج تیرا

تری قدرت بہر سُو آشکارا
تو ہے ہر بے سہارے کا سہارا

مہ و انجم کو تُو نے نُور بخشا
مجاہد کو دلِ مسرُور بخشا

بیابانوں کو پہنائی عطا کی
گلستانوں کو رعنائی عطا کی

زمیں میں کر دیے پنہاں خزینے
چلائے بحر میں تُو نے سفینے

مِرے دل کو بھی تیرا آسرا ہے
مِری کشتی کا تو ہی ناخدا ہے

خدائے مُرسلؐ شہرِ مدینہ
کنارے پر لگا میرا سفینہ

عطا کر خیر کی توفیق مجھ کو
عنایت کر دلِ صدّیق مجھ کو

میسّر ہو زیارت تیرے گھر کی
فزوں ہو روشنی میری نظر کی

زہے قسمت کہ اے ربِّ زمانہ
ملے راسخ کو تیرا آستانہ

اشاعت ۱۴۸۰۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۷ | ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء | شمارہ ۴۳

محکمۂ تعلیم و محکمۂ جیلخانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

اداریہ

اسلام میں ضبط و نظم (ڈسپلن)

دین وہی حق ہے جس کی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق ہوں ڈسپلن (نظم و ضبط) بھی انسانی دنیا کے لئے لازم ہے۔ بلکہ بعض حیوانات کو بھی اللہ تعالٰے نے اس کی ضرورت کا احساس یا الہام فرمایا۔ شہد کی مکھیوں کا ڈسپلن ان میں ایک رانی کا ہونا مشہور و مشاہد ہے یہی حال چیونٹیوں کا ہے۔ خطرے کے وقت مچھلیاں بھی اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے وہ جہاں بھی آباد ہے کسی نہ کسی شکل میں نظم و نسق اور ترتیب و تنظیم میں منسلک ہے۔ مذہب نہ ہو تو سوسائٹی کے ضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ تہذیب و ترقی نہ ہو تو چودھری، سردار یا بڑے خان ہی کے ذریعہ اخلاقی یا رواجی قدروں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل حکومتی انتظام کے ہوتے ہوئے بھی ہزاروں دیہات و قصبات میں پرانا پنچائتی سلسلہ باقی ہے ہر مقامی معاملہ کو پنچایت سلجھاتی اور فیصلہ کرتی ہے پنچوں کے فیصلے کے سامنے فریقین سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھیں تو دینِ حق کی پابندی نہ ہو تو پھر یہ پنچائتی سسٹم ہی عوام کے حالات کے زیادہ مناسب ہے اس میں نہ کورٹ فیس کی، ضرورت ہے نہ عرائض نویس کی، نہ وکیل کی، نہ منشیانہ کی، نہ تاریخیں بھگتنی پڑتی ہیں نہ پڑھائے ہوئے گواہوں کے ذریعہ حقیقت پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔

اسلام چونکہ دین حق ہے۔ اس لیئے اس نے اسی قسم کی ایک عدالت کی اجازت دی ہوئی ہے جسے تحکیم کہتے ہیں۔ فریقین جس شخص کو حَکَم (ثالث) مان لیں۔ اس کا فیصلہ قطعی ہو جاتا ہے۔ بعض حالات میں فریقین آدمیوں میں سے ایک ایک آدمی چن کر ان کے ذریعے فصل خصومت کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام کی صداقت کی ایک دلیل اور قطعی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ انسانی فطرت کے تقاضوں کو دبانا، مٹانا اور ختم کرنا نہیں چاہتا بلکہ صحیح فطری اصول کی تائید کرتا اور اس کے مطابق انسان کو چلانا چاہتا ہے۔ جب انسان کی فطرت ماحول کے اثرات اور غلط سوسائٹی کے دباؤ سے مسخ ہو کر انسان حیوانی خصائل کا حامل ہو جاتا اور انسان و حیوان کے مابہ الامتیاز کو ختم کر دیتا ہے تو اللہ تعالٰے اپنی کتابیں نازل کرتے اور رسول بھیجتے ہیں جو انسانوں کو اصلی فطرت کی طرف متوجّہ کرکے خالق و مالک سے تعارف کراتے اور مقصد زندگی سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور چونکہ اللہ تعالٰے کے علم میں انبیاء و رسل کی جو تعداد معیّن تھی وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے اب اس تذکیر کا فرض علماء امت کے ذمّہ عائد کیا گیا ہے۔ بہر حال اسلام نے انسان کو ہر شعبۂ زندگی میں بلکہ عبادت و معاملات تک میں باقاعدگی اور ضبط کا پابند کیا ہے۔

نماز پڑھو تو جماعت سے اور ایک امام کے تابع ہو کر پڑھو۔ اس کی تکبیر (کاشن) پر اٹھو بیٹھو، نماز شروع اور ختم کرو، حج کا بھی امیر مقرر کردو۔ زکوٰۃ کا بھی ایک نظام ہو، ہر

امیر ادا کرے اور امیر کو نہ دے بلکہ محتاج کو دے۔ روزے دنیا بھر میں ایک ہی مہینے (رمضان) میں رکھے جائیں۔ توحید کے مرکز سے ادھر ادھر نہ ہو سارے کام اسی محور پر گھومیں۔ توحید کے تقاضوں اور احکام کی تعمیل کے سلسلہ میں ایک ہی نمونۂ عمل سامنے ہو یعنی رشد و ہدایت کا سرچشمہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات ہو آپ کی سنّت اور طریق کار سے سرِمُو انحراف نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ضبط اور ڈسپلن کو اتنی اہمیّت دی ہے کہ اگر دو آدمی سفر کریں تو حکم دیا کہ ایک کو امیر مان لیا جائے۔

اسلام اور اطاعت امیر

اور یہاں تک حکم دیا کہ اگر تمہارا امیر ایک حبشی غلام بھی بنا دیا جائے تو اس کی بھی اطاعت کرنا۔ امیر کی اطاعت کو اسلام نے فرض قرار دیا ہے۔ خود قرآن پاک میں تصریح ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کہ اطاعت کرو اللہ تعالےٰ کی، اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اولی الامر کی۔ اولی الامر سے مراد اربابِ ولایت اور اصحاب اقتدار ہیں۔ اور بعض مفسّرین نے اولی الامر کا مطلب علماءِ دین سمجھا ہے اس لئے کہ علماء ہی خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی صحیح ترجمانی اور نیابت کر سکتے ہیں۔ اور حکم ابتداءً وہی بناتے ہیں۔ امراء و سلاطین کا کام ہے اس حکم کو ساری قلمرو میں نافذ اور جاری کرنا۔ امیر اور سلطان کی ضرورت اسلام میں قانون سازی کے لئے نہیں ہے بلکہ قانونِ خداوندی کے نفاذ اور ملکی نظم و نسق کے قیام کے لئے ہے۔

اسلام امام (امیر قوم) کے لئے علم دین کو ضروری قرار دیتا ہے کہ جیسے وہ جسمانی قویٰ اچھے ہونے کی وجہ سے عقلِ سلیم کا حامل ہو اسی طرح وہ علم دین میں ماہر ہونے کی وجہ سے نیابت و خلافتِ الٰہیہ کا اہل ہو۔ اسی لئے مسلمانوں میں اطاعت امیر سیاستہً نہیں کی جاتی بلکہ ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر کی جاتی ہے۔ اور اس میں یہاں تک احتیاط برتی گئی ہے کہ امیر اور حکومتِ وقت سے بشرطیکہ اسلامی حکومت ہو بغاوت حرام قرار دی گئی ہے۔ جب تک امیر کفرِ بواح کا مرتکب یعنی صاف کافر نہ ہو جائے اس وقت تک بغاوت ناجائز ہے۔

حدودِ اطاعت

اسلام کی یہ خاص خوبی ہے کہ اس میں ہر بات کی حد مقرر ہے۔ حدود اللہ سے تعدّی و تجاوز حرام ہے۔ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ۔ یعنی جس نے خدائی حدوں سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر زیادتی اور ظلم کیا۔ اسلام نے مسلمانوں کو امیر کے احکام کا اور امیر کو خدا تعالےٰ کے احکام کا پابند کیا۔ اور غیر منصوص امور میں اس کو اربابِ علم و فضل اور اہلِ حل و عقد سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔

سبحان اللہ! کتنا بہترین نظام ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو تمام مشکلات حل ہو جائیں۔ نہ امیر کو شکایت رہے نہ مامور (رعایا) کو۔ مسلمان امیر کے حکم کی اطاعت کو دینی فریضہ سمجھ کر تسلیم کریں۔ اور بوجھ نہ سمجھیں یہی وجہ ہے کہ اگر امیر کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس کی اطاعت سے روک دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ۔ کہ جس بات میں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں کسی مخلوق کی بات نہیں ماننی۔ اس حکم میں اللہ تعالےٰ اور بندے کے حقوق کی حدیں متعین کر دی گئی ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ ناجائز حکم ماننے سے روک دیا ہے مگر بغاوت کی اجازت نہیں دی۔ حق کا اعلان ضروری قرار دیا مگر اس کی پاداش میں سزا اور تکلیف دی جائے تو اس کو برداشت کرنے کا حکم دیا مقابلہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اسی لئے حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام ربانی مجدد سرہندیؒ نے حق کی پاداش میں کوڑے کھائے جیل میں رہے مگر بغاوت نہیں کی بلکہ بغاوت سے روکتے رہے۔ ایسے وقت میں سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ حق کا اعلان کیا جائے۔

حکمت بالغہ

اسلام کے اس حکم میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ فسق و فجور کے روکنے کے لئے اگر مرکز سے بغاوت کر دی جائے تو پڑوسی کافر کے حملے اور غلبے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کفر کا مقابلہ فسق و فجور سے زیادہ اہم ہے۔ فسق کا مقابلہ کرتے ہوئے غلبہ کفر کا خطرہ مول نہ لینا چاہئے۔ اس لئے ایسے حالات میں نتائج سے بے نیاز ہو کر کلمۂ حق کے ذریعہ فرض ادا کیا جائے اور بس۔ اسی لئے صریح کفر کی قید لگائی گئی ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ نظم و ضبط اور ڈسپلن کی پابندی کفر کے خطرے کی وجہ سے تھی لیکن جب خود اندر ہی سے کفر کے چشمے پھوٹ پڑیں اور حکومت ہی اسلام کی مخالفت کرنے لگ جائے تو پھر اس کی تبدیلی ضروری ہو جاتی ہے۔ اس طرح کہ اسلام اور مسلمانوں کو نیز ملک کو نقصان نہ پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلطان جائر کے سامنے حق کہنا افضل الجہاد ہے اس لئے کہ اس طرزِ عمل سے آدمی خود تو خطرے میں پڑ سکتا ہے مگر مسلم حکومت عوامی الزامات سے بچ جاتی اور سوچنے پر مجبور اور اصلاح حال پر متوجہ ہو کر انتشار

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ ۱۶ ر فروری ۱۹۶۲ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

ارشادات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

متعلقہ رمضان شریف

حدیث اول

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِّنْ شَہْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَۃُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْہَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْہَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَ لِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ و رواہ احمد عن رجل)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جس وقت رمضان کی پہلی رات آتی ہے۔ تو شیطان قید کر دئے جاتے ہیں۔ اور سرکش جن (بھی) قید کر دئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور دوزخ کا کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اور بہشت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ اور بہشت کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے۔ یہ کہ اے نیکی کے طالب نیکی کی طرف متوجہ ہو۔ اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز آ اور اللہ (تعالیٰ) آزاد کرتا ہے۔ اس مبارک مہینے میں دوزخ سے بہت سے لوگوں کو۔ اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے۔ (یعنی منادی کرنے والا روزانہ رات کو یہ اعلان کرتا ہے (ترمذی شریف و ابن ماجۃ)

دوسری حدیث شریف

ابوہریرۃ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس رمضان (شریف) کا مہینہ آیا ہے۔ جس کے روزے اللہ (تعالیٰ) نے تم پر فرض کئے ہیں۔ اس مہینہ میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ اور سرکش شیطانوں کو طوق پہنایا جاتا ہے اس مہینہ میں اللہ (تعالےٰ) کی ایک خاص رات ہے۔ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا (احمد نسائی)

تیسری حدیث شریف

عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان (شریف) اور قرآن (مجید) بندہ کی سفارش کریں گے۔ چنانچہ روزہ یہ کہے گا۔ کہ اے اللہ (تعالیٰ) میں نے اس کو کھانے اور خواہشات سے دن میں روکے رکھا۔ پس اس کے لئے میری سفارش قبول فرما اور قرآن (مجید) یہ کہے گا۔ کہ میں نے اس کو رات کی نیند سے باز رکھا (یعنی سونے نہیں دیا) پس اس کے حق میں تو میری سفارش قبول فرما۔ پس ان کی سفارش قبول کی جائیں گی۔ (بیہقی)

پس

مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ ان ہر دو سفارشیوں کی سفارش اپنے لئے ضرور مہیا فرمائیں۔ ورنہ قیامت کے دن ان اللہ تعالےٰ کے بندوں کو مطعون نہ بنائیں۔ کہ ان کو دوزخ سے بچا لینے والے ایسے سفارشی معلوم تھے۔ لیکن ہمیں سفارشیوں کا پتہ نہیں بتلایا۔ برادران اسلام۔ اب تو ہمارے بھائی بہنوں کو اس عذر کا موقعہ نہیں ملیگا۔ وما علینا الا البلاغ

چوتھی حدیث شریف

انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مہینہ تم میں آیا ہے۔ اور اس میں ایک ایسی رات ہے۔ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے پس جو شخص اس کی بھلائی سے محروم رہا۔ وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔ اور اس کی نیکیوں سے محروم نہیں رکھا جاتا۔ مگر وہ شخص جو بے نصیب ہے (ابن ماجہ)

پانچویں حدیث شریف

سلمان فارسی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) فرماتے ہیں۔ کہ شعبان کے آخری

دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا۔ کہ اے لوگو! ایک مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے۔ جو بڑا با برکت مہینہ ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے۔ کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالٰے نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں۔ اور اس کی رات کی عبادت نفل قرار دی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی سے اللہ تعالٰے کا قرب تلاش کرے یعنی اللہ تعالٰے کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے نفل عبادت کرے اس کا ثواب اتنا ہی ہوتا ہے جتنا فرض کا رمضان کے مہینہ کے سوا دوسرے مہینوں میں اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کا۔ اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ مہینہ غم خواری کا ہے۔ اور یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے۔ جس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ وہ اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا باعث ہوتا ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے نجات کا ذریعہ۔ اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اسے ثواب ملتا ہے۔ اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ ہم نے پوچھا۔ ہم سب کے پاس اتنا سامان نہیں ہے۔ کہ اس سے ہم روزہ داروں کے روزے افطار کرائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالٰے یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرماتا ہے۔ جو لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرائے۔ اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ سیراب کرے گا۔ اس کو اللہ تعالٰے میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا۔ کہ پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں جائے۔ اور یہ ایسا مہینہ ہے۔ کہ اس کے ابتدا میں رحمت ہے۔ درمیان میں مغفرت۔ اور آخر ۲۲

محمد شفیع عمرالدین ۔ (مانگٹ)

روزہ

قال اللہ تعالیٰ (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ (البقرۃ ایت ۱۸۳)

ترجمہ۔ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

یعنی

روزہ رکھنے کا حکم مسلمانوں کے لئے کوئی نیا نہیں بلکہ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ باقی دنوں کا تعین مختلف تھا۔

اب

مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اس فرض کو بڑے اہتمام کے ساتھ بجا لائیں۔ اور تارک صوم بن کر سابقہ امم سے پیچھے ہرگز نہ رہ جائیں۔ روزوں کا

مقصد

یہ ہے کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔ ظاہری آلودگیوں سے پاک ہو جاؤ۔ پوشیدہ بد اخلاقیوں سے نفس کو پاک و صاف کر لو۔ یہ پرہیزگاری کا کورس مکمل سارا ماہ ہر مسلمان گھر میں جاری رہتا ہے۔ اور ہر مسلمان مرد و زن کو پرہیزگاری کا عادی بنایا جاتا ہے

۲۲ میں دوزخ سے نجات۔ اور جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے غلام (روزہ دار) سے کم کام لیا۔ اور اس کے کام میں تخفیف کر دی۔ اس کو اللہ تعالٰے بخش دیتا ہے۔ اور اس کو دوزخ سے نجات دیتا ہے۔ بیہقی

اب جو مسلمان اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر حلال خورد و نوش اور جائز منکوحہ سے اپنے نفس کو روک لے گا۔ وہ آگے چل کر شرعی ممنوعات سے بدرجہ اولیٰ رکنے والا ہوگا۔

یاد رہے پرہیزگاری جس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث عزت ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ
(حجرات۔ آیت ۱۳)

ترجمہ۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

پرہیزگاری کا انجام بھلا ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ (طٰہٰ ایت ۱۳۲)

ترجمہ۔ اور پرہیزگاری کا انجام اچھا ہے۔ پرہیزگاروں کا ٹھکانا بہشت ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝
(حجر آیت ۴۵)

ترجمہ۔ بے شک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔

پرہیزگار کا درجہ کافر دنیا دار سے بڑا ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ
(البقرۃ ایت ۲۱۲)

ترجمہ۔ کافروں کو دنیا کی زندگی بھلی لگتی ہے۔ اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے۔ حالانکہ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ قیامت

کے دن ان سے بالاتر ہوگئے ان پرہیزگاروں کا دستورالعمل قرآن مجید ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (بقرہ۔ ایت ۲)

ترجمہ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

اور یہ دستور حیات بھی رمضان مبارک میں اترا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (بقرہ ایت ۱۸۵)

ترجمہ۔ رمضان کا وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن اتارا گیا۔ جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے

یعنی

رمضان شریف میں قرآن کریم آسمان دنیا کی طرف اترا۔ پھر حسب ضرورت اور موقع تھوڑا تھوڑا بیس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

اب اس ہدایت کے پیراؤں کو چاہئے۔ کہ اس کے اوامر و نواہی پر عمل کریں۔ اوامر میں ایک امر روزہ رکھنے کا بھی ہے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۝ (بقرہ ایت ۱۸۵)

ترجمہ۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے۔

مگر بیمار اور مسافر کے لئے آسانی فرمادی۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۝

ترجمہ۔ اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔

یعنی

شرعی سفر میں اختیار ہے کہ روزہ کی قضا کرلے اور جتنے روزے چھوٹ جائیں۔ وہ بعد میں رکھ لے۔ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا جائز بھی ہے۔ آج کل کے آرام دہ سفر میں قضا کرنے کی نوبت شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے

بیمار جسے جسمانی عارضہ لاحق ہو۔ وہ بھی قضا کر سکتا ہے مگر بالکل معمولی مرض جو دوسرے دنیاوی کاروبار سے رکاوٹ کا باعث نہیں بنتا اسے روزہ نہ رکھنے کا بہانہ نہ بنا لینا چاہئے۔

ایک رکن

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک روزہ بھی ہے۔

حدیث۔ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ

ترجمہ۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرتے رہنا۔ اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اب

دیگر ارکان کی طرح روزے کی حفاظت بھی عین فرض ہے۔ اور بلا شرعی عذر کے روزہ ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے

روزہ ڈھال ہے

حدیث۔ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ (موطا امام مالکؒ)

ترجمہ۔ روزہ ڈھال ہے

یعنی

جس طرح ڈھال پر دشمن وار روکا جاتا ہے۔ روزہ گناہوں سے بچاتا ہے۔ اور قیامت کے دن دوزخ سے بچاؤ کا باعث ہوگا۔

روزہ میں بیہودہ گوئی سے بچنا

حدیث۔ فَاِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَاِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهٗ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ اِنِّيْ صَائِمٌ (موطا امام مالکؒ)

ترجمہ۔ جب تم سے کوئی روزہ دار ہو۔ تو اسے چاہئے کہ بیہودہ نہ بکے اور جہالت نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اسے گالیاں دے یا اس کے ساتھ لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ دار ہوں۔

یعنی

نہ گالی دینے والے کو گالی دے نہ لڑنے والے کے ساتھ لڑے۔

رمضان میں نیک اعمال زیادہ کرنے چاہئیں

حدیث۔ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ (ریاض الصالحین بحوالہ بخاری مسلم)

ترجمہ۔ جب رمضان کا آخر عشرہ آتا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار رہتے اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے تھے۔ اور اپنا تہ بند مضبوط باندھ لیتے تھے۔

یعنی

عبادت الٰہی میں خوب کوشش فرماتے تھے۔ اور معمول سے زیادہ کرتے تھے۔

جناب ایل، وی۔ عبدالغنی صاحب تنویر امروہوی

رمضان کی عالمگیر نوعیت

آج انسان کے قلب و روح پر مادیت کے مہلک جراثیم قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر خود غرضی، ہوس اور تعصب کے جذبے کارفرما ہیں اور اس کو بنی نوع انسان سے مطلق ہمدردی نہیں ہے اور وہ اپنے اعمال و افکار کو اپنی حسب منشاء دیکھنے کا خواہش مند ہے۔ اس کے کیرکٹر پر کوئی اخلاقی پابندی عائد نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے تمام تر ارتکابات میں خودمختار ہے اور اپنے کاموں کا جوابدہ کسی بالاتر ہستی کے سامنے ہونے کا یقین نہیں رکھتا اس لئے اس کو ظلم اور چیرہ دستی اور اخلاق سوز افعال کے ارتکاب میں مطلق خدشہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مہذب انسان بے دین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مذہبی پابندیوں کو خود پر عائد نہیں ہونے دیتا اور بدیں وجہ اس کا نفس آزاد ہو جاتا ہے اور اس کے ہولناک نتائج آج دنیا کے سامنے ہیں۔ اس اٹامک زمانہ میں امن و سکون کا نام و نشان مٹ چکا ہے سکون قلب کی دولت اس سے چھین لی گئی ہے وہ اس نعمت عظمیٰ کو موسیقی نغموں، انسانی صناعیوں، سنیما اور تھیٹروں کے اندر ڈھونڈتا ہے۔ لیکن اس کا نخل آرزو بارآور نہیں ہونے پاتا۔ وہ سکون جس کی متلاشی آنکھیں ہیں اور جس کے لئے دل بیتاب ہیں۔ وہ ہم کو عبادت الٰہی کے اندر مل سکتا ہے۔ اور ماہ صیام ہم کو طاعت ربِّ قدیر اور عبادت کے مواقع بہم پہنچاتا ہے اور فرمان الٰہی کا نعمت بیکراں سے فیضیاب ہونے اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی جملہ مشکلات کا سدِّباب کرنے اور ترقی و کامرانی کا اعلیٰ رفعتوں پر فائز ہونے کے اسلوب پیش کرتا ہے۔ کاش ہم اس مقدس ماہ رمضان میں اپنے روٹھے ہوئے خدا کو منا سکیں۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار بن سکیں اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چل کر اپنے اعمال کا محاسبہ کر سکیں اور اطمینان و سکون حاصل کر سکیں۔

ماہ رحمت کا ورود

ماہ رمضان المبارک ایک مسعود مہینہ ہے جس میں کائنات عالم کا ذرّہ ذرّہ نور وحدت سے جگمگا اٹھتا ہے، خیر و فلاح کے دروازے کھل جاتے ہیں اور عصیاں کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ رحمت الٰہی اپنے رب کے پرستار بندوں کو ڈھونڈتی ہے۔ اور ان کے دامنوں کو انعامات و اکرامات سے بھر دیتی ہے۔ طالبان حق مشغول بہ عبادت ہو جاتے ہیں اور قیام و صیام کے ذریعہ اپنے قلب و روح کو سعادت ابدی کا امیدوار بناتے ہیں اور دین و دنیا کی سرفرازی حاصل کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ "یہ وہ ماہ مبارک ہے جس کا اوّل سراپا رحمت ہے درمیانی حصّہ یکسر مغفرت ہے اور آخری حصّہ آگ سے مکمل آزادی ہے" یعنی رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں گنہگار بندے اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اپنا میلان طبع طاعت رب قدیر کی طرف کر سکتے ہیں۔ اور عبادت کے ذریعہ اپنے قلب و روح کی شادمانی کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ کی رحمت و مغفرت حاصل کرنے کا نادر موقع حاصل ہو جاتا ہے اور ماہ صیام کے اوّل، وسط اور آخر میں خیر و فلاح کے ذخیروں سے اپنا دامن بھر سکتے ہیں۔ اور ان تمام برکات و حسنات سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔ ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنّت ہے۔ یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اور جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی مغفرت۔ اور آتش دوزخ سے نجات کا باعث ہوگا"۔ گویا اس مہینے میں انسان کو مصائب و آلام کے پڑنے اور تکالیف کے برداشت کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ اور یہی ترقی کی اساس ہے۔ جو قومیں رنج والم کی مدافعت کی قوت رکھتی ہیں اور صبر و شکر کی پیکر ہوتی ہیں۔ وہ حوادثات زمانہ کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر سکتی ہیں اور بام عروج پر پہنچ جاتی ہیں۔ اس لئے رمضان مسلمانوں کو رنج و غم کے اندر صبر سے کام لینے کا سبق سکھلاتا ہے ان کے اندر باعمل زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔ مسلسل ایک ماہ تک خواہشات نفسانی مرضئ الٰہی کے مطابق ہو جاتی ہے اور مرغوب طبع چیزیں اور لذات محض خوشنودئ الٰہی کی خاطر چھوڑ دی جاتی ہے۔ اس طرح مسلمان کے دل و دماغ پر خدا کے وجود کا یقین غالب ہو جاتا ہے اور وہ صابر و شاکر بن جاتا ہے۔ دوسری طرف رمضان غمخواری کا مہینہ کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو دوسروں کی تکالیف کا پتہ چل جاتا ہے اگر کوئی دولت و رفعت میں دوسروں سے بالاتر ہے تو اس کو اپنے سے کمتر لوگوں کی ضروریات پوری کرنا۔ ان کے ساتھ سلوک و مہربانی کرنا اس پہ ضروری ہو جاتا ہے وہ جان جاتا ہے کہ بھوک اور پیاس میں انسان کن تکالیف سے دوچار ہوتا ہے۔ اس طرح اس کو دوسروں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ ہمدردی اور غمخواری کا یہ جذبہ طویل ایک ماہ تک اس کے قلب و روح پر اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ اس امر کا خوگر بن جاتا ہے کہ اپنے عیش و آرام

میں غریبوں کی تکالیف کو مدّنظر رکھے اور باقی گیارہ مہینے بھی وہ اسی طرح بنی نوع انسان کے درمیان غمخواری کا عمل جاری رکھتا ہے۔ قوم کے تمام افراد اسی عمل کے پیکر بن جاتے ہیں اور پوری قوم امیر ہو یا غریب، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ مسرت و شادمانی کی زندگی کرتی ہے۔ انسان کے اندر تین قسم کی قوتیں موجود ہیں۔ طبعی، اخلاقی، روحانی۔ ماہ رمضان الٰہی تینوں قوتوں کی اصلاح اور مناسب تربیت پر زور دیتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی جبلی قوتوں کو بیدار کر سکتا ہے اور اپنے قلب کی طمانیت اور سکینت کو حاصل کو حاصل کرکے پاکیزہ زندگی بسر کر سکے ہے

رحلت کی صدا ہے دھڑکتا دل کا
چل کے دنیا سے بس اب قبر میں کرنا ہے قیام
ہاں تو پھر آؤ اٹھیں اور ہوں مشغول پکار
خواہ تقریر سے کچھ بھی ہوا انجام اس کا

نزول کلام الٰہی

ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک منصۂ شہود پر جتنی قومیں جلوہ افروز ہوئیں۔ ان کی رہنمائی کے واسطے انبیاء مبعوث کئے گئے ان میں سے چند مخصوص پیغامبروں کو کتب الٰہی اور صحیفۂ خداوندی سے سرفراز کیا گیا۔ لیکن ان کی کتابوں میں تحریف اور ترمیم کر دی گئیں اور فرمان الٰہی اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہا۔ اس لئے بنی نوع انسان کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور بھٹکے ہوئے بندوں کو جاہ و حق کی جانب رہنمائی کرنے کے واسطے قرآن شریف نازل کیا گیا۔ اور ماہ رمضان اسی نزول کلام الٰہی کی یادگار مناتا ہے۔ خود اللہ عزّ و جلّ نے فرمایا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

ترجمہ:۔ قرآن شریف ماہ رمضان میں نازل کیا گیا ہے۔ جو عالم انسانیت کے واسطے سراپا ہدایت ہے۔

گویا قرآن شریف اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ حتیٰ کہ جن ایام میں اس کا نزول ہوا وہ بھی سر تا پا افضل اور مقدس ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف اس زمانہ میں نازل کیا گیا جب عرب کے اندر فصاحت اور بلاغت کا زور تھا۔ اور اہل عرب اپنی زبان دانی کے زعم میں بقیہ دنیا کو گونگا تصور کرتے تھے قرآن نے ان کو چیلنج دیا کہ کوئی بھی اس کی مثل معمولی آیت نہیں پیش کر سکتا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

ترجمہ:۔ سارے انس و جن بھی اگر متفق ہو کر چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں بنا سکتے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کو معاون ہی کیوں نہ ہوں۔

قرآن نے بنی نوع انسان کو فلسفۂ زندگی سے روشناس کیا۔ اور اس کے فطری جذبوں کی تسکین کے لئے مناسب قوانین پیش کئے اور اپنے سے بالاتر طاقت کے وجود کا نقشہ اس کے دل و دماغ پر قائم کرکے اس کے قوائے عقلی اور ذہنی کو مرضی الٰہی کے تابع کر دیا۔ اور اس کی وسعت کے مطابق اس کو آزادی بھی عطا کی۔ سب سے پہلے قرآن نے ضرب انسان کے معتقدات پر لگائی اور اس کے بعد اس کے اعمال و افکار کو روحانی سانچے میں ڈھالنے کی صورت پیش کی اور ساتھ ہی عمل صالح کی ترغیب دی۔ خود ہر قوم کے مفکروں نے قرآن شریف کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ جرمنی کا فلاسفر گوئٹے لکھتا ہے۔

"قرآن شریف کا یہ حال ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخرش ایک رقّت آمیز تحیّر میں ڈال دیتی ہے"۔

انگلستان کا فاضل کارلائل لکھتا ہے:۔

"قرآن کے احکام اس قدر عقل و ہمّت کے مطابق واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ شریعت اسلام اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے"۔

قرآن شریف کی تعلیمات تمام ماہ صیام کے اندر مسلمانوں کی نگاہوں میں پھر جاتی ہیں۔ اور ان کے ہر قول و فعل سے قرآن کی مطابقت ٹپکتی ہے۔ صرف قرآن کا درس تھا جس نے عرب کے وحشی انسانوں کو تمدن اور کامرانی کے اصولوں کا تلقین کرنے والا بنا دیا تھا۔ اور تسخیر کائنات کی کنجیاں ان کے سپرد کر دی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"میں تم میں کتاب و سنت چھوڑ چلا ہوں اگر تم اس پر عمل کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے"۔

اب ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن کا پیغام دنیا کو سنائیں۔ بقول شاعر

مہر عالمتاب بن کر نور افشانی کرو
صیقل آئینۂ تعلیم روحانی کرو
دور اس ظلمت کدہ سے فتنہ سامانی کرو
شوق سے تعمیل ارشادات قرآنی کرو

فرضیت صوم

اسلام نے بنی نوع انسان کی رہبری کے لئے جو قوانین وضع کئے ہیں اس نے ان کو عملی جامہ پہنانے کے وسائل بھی پیش کر دئے ہیں۔ اور ان کو جزئیات اور تفصیلات میں کچھ اس طرح نافذ کیا ہے کہ نظریات اور عملی تفصیلات میں باہم ارتباط پایا جاتا ہے۔ اس نے صرف اخلاق و روحانیت کے اسلوب ہی نہیں بتلائے بلکہ ان کے مناسب عمل درآمد کے متعلق تصریح فرما دی ہے۔ نفسانی خواہشات خداداد ہوتی ہیں اور ان کا حد اعتدال سے بڑھ جانا مہلک بن جاتا ہے اور تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے بتلایا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ جس نے اپنی خواہشات پر قابو پا لیا وہ کامیاب ہوا، اور جس نے ان کی غلامی کی وہ

برباد ہوا) اس طرح اسلام نے خواہشات نفسانی کی اہمیت کو تو ضرور تسلیم کیا لیکن ان کو افراط اور تفریط سے روکنے کے واسطے ضابطہ مقرر کر دیا اور روزہ کی فرضیت اس ضابطہ کی مشق کا نام ہے۔

ارشاد باری ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اسلام نے عبادات الٰہی کو اثاث بتلایا۔ اور انسان کا مقصد حیات یہ قرار دیا۔ کہ اس کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس نظام عبادت نے انسانی خواہشات کو توسط اور حد اعتدال پر لانے کا ٹھیک فرض انجام دیا۔ اور منتہائے فطرت کے مطابق خواہشات کی تکمیل کے واسطے معیار مقرر کر دیا۔ روزہ ایک عظیم ترین عبادت ہے جو انسان کی تمام قوتوں کو نظم و ضبط میں لاتی ہے صوم کے معنی روکنے کے ہیں یہ مسلمانوں کو اپنی خواہشات روک کر احکام الٰہی کا مطیع بناتا ہے۔ اور اس کو حدود اللہ پر رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ حدود اللہ کے اندر مسلمان کی زندگی کا راز مضمر ہے اور اس سے تجاوز کرنا اس کے لئے پیام موت ہے۔ فرضیت صوم کے ذریعہ مسلمان کے قلب پر اپنے سے بالاتر ہستی کے وجود کا یقین کا اثر قائم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے تمام افعال کا جوابدہ خیال کے سامنے خیال کرتا ہے اس طرح وہ تمام تر اپنی خواہشات اور ضروریات کو خوشنودی رب قدیر کے ماتحت کر دیتا ہے۔ اس کے حکم کے ساتھ کھانا پینا اور جملہ مرغوبات کو یکسر چھوڑ دیتا ہے۔ اور تمام دن غروب آفتاب تک محض خدا کی رضا جوئی کے لئے تمام چیزوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اندھیرے میں جہاں اس کو کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ تنہائی میں جہاں دوسرے کی موجودگی کا گمان تک نہیں ہوتا وہ ان مرغوبات کی طرف نظر بھی نہیں کرتا۔ گویا اس کو خدا کی موجودگی کا یقین ہوتا ہے اور اس کے سامنے خود کو جوابدہ خیال کرتا ہے۔ یہی مشق مسلسل ایک ماہ رہتی ہے اور اس کا نفس مرضی الٰہی کے ماتحت رہنے کا خوگر بن جاتا ہے اور اس کے اعصاب زندگی پر ہر وقت خوف غالب رہتا ہے اور ہر ناجائز غلط فعل کے ارتکاب سے پہلے خدا کی موجودگی کا تصور اس کو روک دیتا ہے۔ اور وہ رفتہ رفتہ متقی اور پرہیزگار بن جاتا ہے اور یہی چیز تقوئے ہے۔

روزہ کی حقیقت

حضرت امام غزالیؒ اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ روزہ کے تین درجے ہیں ایک تو عوام کا روزہ ہے وہ پیٹ اور دوسری فطری خواہشات کے روکنے کی عبادت ہے۔ دوسرے خواہشات کا روزہ ہے وہ تمام اعضا و جوارح کو معاصی سے باز رکھتا ہے اور تیسرے خواص الخواص کا روزہ ہے اور وہ خدا کے سوا ہر چیز سے کنارہ کرتا ہے۔ روزہ صرف اسی کا نام نہیں ہے کہ محض خورد و نوش کی چیزوں سے اجتناب رکھا جائے بلکہ بدن کے جملہ اعضاء کا فعل اس کے مطابق ہونا چاہئے زبان کو غلط بیانی، جھوٹ اور بدکلامی سے زبان کا روزہ ہے۔ آنکھوں کو حرام چیزوں سے بچائے رکھنا آنکھ کا روزہ ہے۔ زبان و ہاتھ پاؤں غرض جملہ اعضاء بدن کا مرضی الٰہی کے تابع رہنا ہی در اصل روزہ کی روح کہلاتا ہے۔ روزہ مسلمان کو تزکیہ اخلاق کا سبق کہلاتا ہے اور دوسروں کے ساتھ لطف و مہربانی کا سلوک رکھنے کی تلقین کرتا ہے جو لوگ باوجود صائم ہونے کے دوسروں ساتھ درشت گوئی اور بدکلامی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ در اصل ان کا روزہ ان کو متقی نہیں بناتا بلکہ وہ رسمیت کے اندر آ جاتا ہے۔ اور ایسے لوگ خدا کی نظروں میں پسندیدہ نہیں رہتے کیونکہ تقویٰ جو روزہ کی روح ہے وہ اس سے محروم ہوتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

ترجمہ:۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک محترم ہے۔

شب قدر کی عظمت

ارشاد باری ہے۔ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ کیا تو جانتا ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں ان کے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبریل) نازل ہوتے ہیں۔ ہر حکم سے سلامتی ہے صبح صادق تک۔

حضرت شاہ عبدالحق فرماتے ہیں اس رات میں بندوں کے لئے رزق اور موت کے امور لکھے جاتے ہیں۔ اور جو احکام سال بھر میں نافذ ہوتے ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔ گویا ماہ صیام میں ایک رات نہایت افضل رات ہے۔ اس رات شام سے لے کر صبح تک نور الٰہی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس میں حضرت آدم کی تخلیق کا مادہ جمع کیا گیا تھا۔ حضرت امام رازیؒ نے شب کے مخفی ہونے کی چار وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ اس رات کو اس لئے مخفی رکھا گیا ہے تاکہ ماہ صیام کی

تمام راتوں کی تقدیس اور تکریم اس کے ذریعہ ہو سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس کی حرمت کو مخفی رکھا ہے تاکہ بندے معاصی میں مبتلا ہو کر اس رات کو مزید لعنت کے مستحق نہ بنیں۔ تیسرے اس رات کی تلاش میں جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس میں مزید ثواب ہے۔ چوتھے اس کے حصول کے لئے وہ راتوں میں مصروف عبادت رہتا ہے۔

اس طرح شب قدر کے اندر اللہ تعالےٰ اپنے عصیاں شعار بندوں پر مہربان ہوتا ہے اور اس کو تقرب کا درجہ عنایت فرماتا ہے اس رات بندوں پر عبادت مشقت ضروری ہو جاتا ہے اور محروم و بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس رات بھی معاصی اور آلودگیوں میں مبتلا ہوتے ہیں یا خواب میں مدہوش پڑے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو آخر عشرۂ رمضان میں تلاش کیا کرو (بخاری) اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ”جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر میں نوافل پڑھے۔ اور عبادت کی اس کے تمام پہلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے“ اس لئے ضروری ہے کہ ہم مسلمان کم از کم اس سال اس رات کی قدر و منزلت کریں اور اپنی عصیاں شعاری سے تائب ہوں۔ ممکن ہے کہ رحمت الٰہی کے ہم پھر امیدوار بن سکیں۔ اور اس کے مقرب بندے بن جائیں اور ہماری شان وہی ہو جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھی حتیٰ کہ ہمارا اقبال بھی بلند ہو اور ہم کو عروج و کمال حاصل ہو۔ اغیار اور دشمنان اسلام کو ہم پر دسترس حاصل نہ ہو اور ہم ان کو اسلام کی سچی تصویر دکھلا کر ان کے قلوب بدل سکیں۔

یا الٰہی تو ہمیں عامل قرآں کر دے
پھر مسلماں کو نئے سر سے مسلماں کر دے
جس کی تعلیم نے بخشی تھی شہنشاہی تک
پھر اسی جوش عمل سے ہمیں سلطاں کر دے

مولانا پالن پوری

فضائل رمضان المبارک

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن شریف نازل کیا گیا قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کا حکم قیامت تک جاری رہیگا اور دوسرا کوئی حکم آسمان سے نہیں اترے گا۔ اسی قرآن شریف نے دوسری کتابوں (توریت، زبور، انجیل) کو منسوخ کر دیا اور یہ قرآن شریف آخر الزمان خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور اگر یہ قرآن شریف پہاڑ پر اتارا جاتا تو پہاڑ بھی ڈر کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔ ایسی بڑی عظمت اور بزرگی والا قرآن اسی ماہ رمضان المبارک میں اتارا گیا۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مبارک مہینہ کی کتنی بڑی فضیلت ہو گی۔ آپ خود جان سکتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ ایسی خیر و برکت والی رات جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے اسی ماہ رمضان المبارک میں اتاری گئی اس سے بھی اس ماہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی ماہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے نازل کئے گئے اور تورات کا بھی نزول اسی ماہ میں کیا گیا اور زبور اور انجیل بھی اسی ماہ میں اتاری گئیں۔ اور اسی مہینہ میں حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل شدہ قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے۔ مذکورہ بیان سے ماہ رمضان المبارک کی فضیلت ظاہر ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو ماہ رمضان المبارک کی قدر و منزلت معلوم ہو جائے تو میری امّت یہ تمنا کرے کہ سارا سال ہی رمضان المبارک کا ہو جائے۔ اس ماہ مبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے اور دوسرا مغفرت کا ہے اور تیسرا آگ سے آزادی کا ہے۔ اور اس ماہ میں جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا اس کو دوسرے مہینوں کے ستّر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اور اسی ماہ میں باری تعالےٰ رحمت نازل فرماتے ہیں اور اسی ماہ میں سرکش شیاطین قید کئے جاتے ہیں۔ شعبان کے آخری عشرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابیوں کو حکم دیا کہ کہ کمر باندھ کر تیار ہو جاؤ عنقریب تم پر ایک ایسا مہینہ آنے والا ہے جو خیر و برکت والا ہے۔ اس حدیث میں کمر باندھنے سے مراد یہ ہے کہ تم عبادت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہارا ایک سیکنڈ بھی غفلت میں نہ گذرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر خطبہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھنے لگے تو آپ نے فرمایا آمین۔ جب دوسرا قدم منبر پر رکھا تو کہا آمین۔ جب تیسرا قدم منبر پر رکھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ آمین۔ خطبہ بیان

ہونے کے بعد صحابیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ آج منبر پر چڑھتے وقت آمین کہنے کی کیا وجہ ہے۔ پہلے آپ نے کبھی ایسا نہیں فرمایا تھا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مَیں نے منبر پر پہلا قدم رکھا۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے دعا مانگی۔ کہ جس کو ماہ رمضان المبارک نصیب ہُوا۔ اس نے عبادت کر کے اور گناہوں کی معافی کرا کے جنّت نہ کمائی اس کے لئے ہلاکت ہو تو مَیں نے کہا۔ آمین۔ جب دوسرا قدم رکھا تو حضرت جبرئیلؑ نے دعا مانگی کہ جہاں آپؐ کا نام مبارک آیا ہو اور سننے والا آپؐ پر درود شریف نہ پڑھے اس کے لئے ہلاکت ہو تو میں نے کہا آمین۔ جب تیسرا قدم رکھا تو حضرت جبرئیلؑ نے پھر دعا مانگی کہ جس کو بوڑھے والدین نصیب ہوں اور خدمت کر کے جنّت نہ کمائی اس کے لئے ہلاکت ہو تو میں نے کہا آمین۔

اس حدیث میں غور کیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دعا مانگتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ آمین کہتے ہیں اس دعا کے قبول ہونے میں کیا شک ہے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور روزہ دار کا خاموش رہنا تسبیح پڑھنے کے برابر ہے۔ (رواہ البیہقی)

اس کے سونے سے مراد ایسا سونا نہیں کہ جس سے فرض نماز بھی غائب ہو جائے۔ اور اس کی دعا مقبول ہے۔ (یعنی روزے کی حالت میں قبولیّت دعا میں خاص دخل ہے) اور اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ چیزیں پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور میری امّت کو دی گئی ہیں۔ (۱) روزہ دار کے منہ کی بدبُو اللہ تعالےٰ کو مشک وغیرہ سے بھی زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے (۲) روزہ دار کے لئے ملائکہ اور مچھلیاں استغفار کرتی ہیں (۳) روزہ دار کے لئے ہر دن جنت سجائی جاتی ہے (۴) رمضان میں شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں۔ (۵) عید کی رات کو اللہ تعالےٰ عبادت کا بدلہ عطا فرماتے ہیں۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے روزہ رکھا اور روزے کے آداب پر عمل کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے تمام گناہ معاف فرماتے ہیں۔ آداب پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ روزہ رکھ کر جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، جھگڑا فساد نہ کرے، گالی گلوچ نہ کرے، لغو بات نہ کہے، ہر برائی سے پرہیز کرے۔ اگر کسی شخص نے روزہ تو رکھا لیکن جھوٹ سے پرہیز نہ کی، غیبت سے نہ بچا، جھگڑا فساد کیا، برائیوں سے نہ بچا، لغو بات میں وقت گذارا تو اس کا فرض تو ادا ہو جائے گا مگر ایسے روزے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں، ایسا روزہ کچھ کام کا نہیں اور مذکورہ بالا فضیلتوں کے مستحق نہیں ہوں گے روزہ تو رکھا لیکن روزہ کے آداب پر عمل نہیں کیا۔ تو سوائے بھوکے رہنے کے اور کچھ نہیں۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان میں روزہ رکھ کر اللہ کی یاد کرنے والا بخشا ہُوا ہے۔ مطلب یہ کہ رمضان میں روزہ رکھ کر اللہ کی یاد کرنے سے اللہ تعالےٰ تمام گناہ معاف فرماتے ہیں اور رمضان میں اللہ سے مانگنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں پہلے آسمان پر فرشتے منادی کرتے ہیں کہ اے نیکی کرنے والے آگے بڑھ اور اے برائی کرنے والے رُک جا۔ مطلب یہ کہ اس ماہ میں اور مہینوں سے زیادہ نیکی کی جائے اور برائیوں سے پرہیز کی جائے۔ کیونکہ ایک نیکی کرنے سے اس ماہ میں فرض کا ثواب ملتا ہے۔ اور ایک فرض ادا کرنے سے ستّر فرضوں کا ثواب ملتا ہے اسی طرح اس ماہ میں گناہ کرنے سے ڈبل گناہ ہوتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بے شک اللہ تعالےٰ نے ثواب مقرر کیا ہے بنی آدم کی نیکیوں کا دس گنے سے سات سو گنے تک

مگر روزہ (یعنی روزہ میں سات سو کی حد مقرر نہیں ہے) اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور مَیں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اس سے روزے کے ثواب کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہئے کہ جس کا حساب ہی نہیں۔ معلوم کہ وہ ثواب کس قدر ہے اور خود اللہ تعالےٰ اس کو عطا فرمائیں گے اور اس کا بندوبست ملائکہ کے ذریعہ سے ہوگا۔ سبحان اللہ! یہ کیا قدردانی ہے حق تعالےٰ کی کہ تھوڑی سی محنت پر کس قدر رحمت فرماتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ روزے کی یہ تمام فضیلتیں جب ہی ایسا اثر دکھلائیں گی جبکہ روزے کا حق ادا کرے اور اس میں جھوٹ اور غیبت اور تمام گناہوں سے بچے۔ بعض لوگ بالکل اور بعض لوگ صبح کی نماز رمضان میں بے پروائی سے قضا کر دیتے ہیں ان کو اس قدر برکت اور ایسا ثواب میسّر نہ ہوگا۔ اور اس حدیث سے یہ نہ سمجھ لینا کہ روزہ نماز سے بھی افضل ہے۔ اس لئے کہ نماز تمام عبادات میں افضل ہے۔ مراد اس مضمون سے یہ ہے کہ روزے کا ثواب بہت بڑا ہے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی جبکہ روزہ افطار کرتا ہے۔ اور دوسری خوشی قیامت کو ہوگی۔

(خدا تعالیٰ سے ملنے کے وقت)
(رواہ احمد وغیرہ)

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے بچانے کے لئے اور دنیا کی مصیبتوں سے بچانے کے لئے جب تک نہ پھاڑے (یعنی برباد نہ کرے روزہ دار روزے کو جھوٹ یا غیبت سے)
(رواہ الطبرانی)

مطلب یہ کہ روزہ رکھ کر روزے کے آداب پر عمل کریگا تو روزہ جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے ڈھال کا کام دے گا۔ اور دنیا کی مصیبتیں بھی رک جائیں گی۔ ہر ایک روزے کی فضیلت میں آداب پر عمل کرنے کی شرط لگائی گئی ہے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ دار جنت میں باب اریان سے داخل ہوگا۔ (باب الریان خاص روزہ داروں کے لئے ہے۔ روزہ دار ہی اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے۔

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے کہ تم روزہ رکھو اس لئے کہ روزہ ڈھال ہے دوزخ سے بچنے کے لئے اور زمانہ کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے (یعنی روزے کی برکت سے دوزخ اور مصائب و تکالیف سے نجات ملتی ہے)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ ان سے کھانے کا حساب (قیامت میں) نہ ہوگا جو کچھ بھی کھاویں جبکہ وہ کھانا حلال ہو ایک روزہ دار دوسرا سحری کھانے والا تیسرا محافظ خدا تعالیٰ کے راستہ میں (یعنی جو اسلام کی سرحد میں مقیم ہو اور کافروں سے ملک اسلام کی حفاظت کرے۔

یہاں سے بہت بڑی رعایت روزہ دار کی اور سحری کھانے والے کی اور محافظ اسلام کی ثابت ہوئی۔ ان کو کھانے کا حساب ہی معاف کر دیا گیا۔ لیکن اس رعایت پر بہت سے لذیذ کھانوں میں مصروف نہ ہونا چاہیئے۔ زیادہ لذتوں میں مصروف ہونے سے خدا کی یاد سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہوں کی قوت کو ترقی ہوتی ہے خوب سمجھ لو بلکہ اس نعمت کی بے حد قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس پاک ذات کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کی خوب اطاعت کرے۔ اور آج ہماری حالت یہ ہے۔ کہ ہم سحری کھانے اٹھتے ہیں تو فجر کی نماز غائب کرتے ہیں۔ اور ظہر کی نماز لغو باتوں میں ضائع کرتے ہیں۔ اور عصر کی نماز افطار کی تیاری میں غائب کرتے ہیں۔ اور مغرب کی نماز کھانے پینے میں، سگریٹ بیڑی وغیرہ میں، کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے سستی ہو گئی تو سستی کی وجہ سے عشاء کی نماز اور تراویح غائب کر دی گئی۔ غور کیجئے ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ ایک فرض ادا کرنے میں پانچ فرض نماز ہی غائب کریں۔ ایسا فرض ادا کرنے سے کیا فائدہ!

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے کھول دئے جاتے ہیں دروازے آسمان کے اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ رمضان کی آخر رات آنے تک بند نہیں کیا جاتا اور ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ نماز پڑھے کسی رات میں رمضان کی راتوں میں سے۔ مگر (یہ بات ہے کہ) لکھے گا اللہ اس کے لئے ڈھائی ہزار نیکیاں، عوض ہر رکعت کے۔ (یعنی ایک رکعت کے عوض ڈھائی ہزار نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے) یہ کس قدر فضیلت ہے روزے کی۔ اسے مسلمانو کبھی قضا نہ کرو بلکہ ہمت ہو تو نفلی روزے سے بھی مشرف ہو لیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے پورے طور پر محبت کرو۔ جس نے اس قدر رحمت سے کام لیا کہ معمولی محنت میں اس قدر ثواب مرحمت فرمایا۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک جنت سجائی جاتی ہے ابتداء سال سے آخر سال تک رمضان کے مہینہ کے لئے اور بے شک حوریں بڑی آنکھوں والی بناؤ سنگار کرتی ہیں ابتداء سال سے آخر سال تک رمضان کے روزہ داروں کے لئے۔ جب کہ رمضان آتا ہے جنت کہتی ہے اے اللہ میرے اندر داخل کر دے اس مہینہ میں اپنے بندوں کو۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں کہ اے اللہ مقرر فرما دے ہمارے لئے اس مہینہ میں خاص اپنے بندوں میں سے۔ سو جس شخص نے نہ لگائی اس مہینے میں تہمت کسی مسلمان کو اور نہ پی اس مہینے میں کوئی نشہ والی چیز۔ مٹا دے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اور جس شخص نے تہمت لگائی اس مہینے میں کسی مسلمان پر یا پی لی کوئی نشہ والی چیز تو مٹا دے گا اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے نیک اعمال یعنی بہت گناہ ہوگا۔ کیونکہ اس ماہ میں جس طرح نیکیوں کا ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوگا۔ ان لفظوں میں کس قدر دھمکی ہے۔ غور تو کرو۔

سو ڈرو رمضان کے مہینے میں جس میں بندوں کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عادت اختیار کریں کھانا پینا چھوڑ دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کھانے پینے سے پاک رہتا ہے اسی واسطے یہ مہینہ خاص کیا گیا حق تعالیٰ کے ساتھ ورنہ سب مہینے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ تمہارے لئے گیارہ مہینے خدا تعالیٰ نے مقرر کر دئے ہیں۔ جس میں تم کھانا کھاتے ہو اور پانی پیتے ہو اور لذت حاصل کرتے ہو۔ اور اپنی ذات کے لئے ایک مہینہ مقرر کیا ہے جس میں کھانے پینے وغیرہ سے روکا گیا ہے۔ پس اس میں اچھی طرح اطاعت حق بجا لاؤ۔ اور گناہ نہ کرو۔ اس لئے کہ اس بزرگ مہینے میں نیکیوں کا ثواب زیادہ، اور گناہ کرنے پر سزا بھی بہت زیادہ ہے۔

مولانا منظور نعمانی سابق فرقان لکھنؤ

نماز کس طرح پڑھی جائے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِیْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوْ فِی الَّتِیْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا (وَفِیْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِیَ قَائِمًا) ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِیْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک جانب تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا۔ اور اس نے نماز پڑھی اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ پھر جا کر نماز پڑھو تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس گیا اور اس نے پھر سے نماز پڑھی اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پھر فرمایا۔ کہ تم جاکے پھر نماز پڑھو۔ تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اس آدمی نے تیسری دفعہ میں یا اس کے بعد والی دفعہ میں عرض کیا کہ حضرت مجھے بتا دیجئے۔ اور سکھا دیجئے (کہ میں کس طرح نماز پڑھوں جیسی مجھے پڑھنی آتی ہے۔ وہ میں کئی دفعہ پڑھ چکا) آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔ تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو۔ پھر قبلہ کی طرف اپنا رُخ کرو پھر تکبیر تحریمہ کہہ کے نماز شروع کرو اس کے بعد (جب قراءت کا موقع آ جائے تو) جو قرآن تمہیں یاد ہو اور تمہیں پڑھنا آسان ہو وہ پڑھو۔ (اسی حدیث کی بعض روایات میں ہے۔ کہ اس موقع پہ آپ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ پڑھو۔ اور اس کے سوا جو چاہو پڑھو) پھر قراءت کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ رکوع میں پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ سجدہ میں، پھر اٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ (اور ایک راوی نے اس آخری خط کشیدہ جملہ کے بجائے کہا ہے۔ پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ) پھر اپنی پوری نماز میں یہی کرو (یعنی ہر رکعت میں رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ اور تمام ارکان اچھی طرح اطمینان و سکون سے اور ٹھہر ٹھہر کے ادا کرو)

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح۔ یہ صاحب جن کا واقعہ اس حدیث میں مذکور ہوا ہے مشہور صحابی رفاعہ بن رافع کے بھائی خلاد بن رافع تھے۔ اور سنن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں آکر دو رکعت نماز پڑھی تھی بعض شارحین نے لکھا ہے۔ کہ یہ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں تھیں لیکن انہوں نے ان رکعتوں میں بہت جلد بازی سے کام لیا اور رکوع و سجدہ وغیرہ جس طرح تعدیل و اطمینان کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کے کرنا چاہیے۔ نہیں کیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔ اور دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا

آپ نے پہلی دفعہ میں صاف صاف ان کو یہ نہیں بتلا دیا۔ کہ تم سے نماز میں یہ غلطی ہوئی ہے اور تم کو نماز اس طرح پڑھنا چاہئے۔ بلکہ تیسری یا چوتھی دفعہ میں ان کے دریافت کرنے پر بتلایا جاننے والے جانتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کے نقطہ نظر سے یہی بہترین طریقہ ہو سکتا تھا۔ آدمی کو جو سبق اس طرح دیا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو اس موقع پر دیا۔ وہ کبھی زندگی بھر نہیں بھولتا اور دوسرے لوگوں میں بھی اس کا چرچا خوب ہوتا ہے۔

آپ نے اس موقع پر نماز کے متعلق تمام ضروری باتیں نہیں بتلائیں۔ مثلاً یہ نہیں بتلایا۔ کہ رکوع میں، قومہ میں، سجدہ میں کیا پڑھا جائے۔ یہاں تک کہ قعدہ اخیرہ اور تشہد اور سلام کا بھی ذکر نہیں فرمایا ایسا آپ نے اس لئے کیا کہ ان سب باتوں سے وہ صاحب واقف تھے۔ اُن کی

خاص غلطی جس کی اصلاح ضروری تھی یہ تھی کہ وہ رکوع، سجدہ وغیرہ تعدیل کے ساتھ اور ٹھہر کر ادا نہیں کرتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اسی غلطی کی خصوصیت کے ساتھ نشاندہی فرمائی اور اس کی اصلاح فرمادی

حدیث کے آخری جملہ کے بارے میں راویوں کے بیان میں ذرا سا اختلاف ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سجدہ سے اُٹھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا (پھر تم اٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ) اور بعض دوسرے راویوں کا بیان ہے۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا (پھر تم اُٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ) یہ دونوں روایتیں امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ذکر فرمائی ہیں۔ جن ائمہ و علماء کی تحقیق یہ ہے۔ کہ پہلی اور تیسری رکعت میں بھی دوسرے سجدہ کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے ذرا بیٹھ جانا چاہئے (جس کو جلسہ استراحت کہا جاتا ہے) اُن کے نزدیک پہلی روایت راجح ہے۔ اور دوسرے حضرات دوسری روایت کو قابل ترجیح سمجھتے ہیں۔

اس حدیث کی خاص ہدایت یہی ہے۔ کہ پوری نماز ٹھہر ٹھہر کے اور اطمینان سے پڑھی جائے اور کسی نے بہت جلدی جلدی اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے ارکان پوری طرح ادا نہ ہو سکے۔ مثلاً رکوع و سجدہ میں بس جانا آنا ہوا اور جتنا توقف ضروری ہے۔ وہ بھی نہیں ہوا۔ تو ایسی نماز ناقابل اعتبار اور واجب الاعادہ ہوگی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ

(رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے۔ اور قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ اور جب آپ رکوع میں جاتے تو سر مبارک کو نہ تو اوپر کی جانب اٹھاتے اور نہ نیچے کی جانب جھکاتے بلکہ درمیانی حالت میں رکھتے تھے۔ (یعنی بالکل کمر کے متوازی) اور جب سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے۔ تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہیں فرماتے تھے۔ تو ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے۔ اور اس وقت اپنے بائیں پاؤں کو نیچے بچھا لیتے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے۔ اور "عقبۃ الشیطان" (یعنی شیطان کی طرح بیٹھنے) سے منع فرماتے تھے۔ اور اس بات سے بھی منع فرماتے تھے۔ کہ آدمی (سجدہ میں) اپنی باہیں (یعنی کلائیاں کہنیوں تک) زمین پر رکھے، جس طرح کہ درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کے بیٹھے ہیں اور آپ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کے نماز ختم فرماتے تھے (صحیح مسلم)

تشریح۔ نماز عبادت بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اس لئے اس کے کے لئے قیام، قعود، رکوع و سجود کی وہ شکلیں اور ہیئتیں مقرر کی گئی ہیں۔ جو عبادت اور بندگی کی بہترین اور مکمل ترین تصویر ہیں۔ اور اُن نامناسب ہیئتوں سے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔ جس میں استکبار یا بے پروائی یا بدمنظری کی شان ہو یا کسی بد فطرت مخلوق کی ہیئت سے مشابہت ہو۔ اس اصول کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کہ سجدہ میں آدمی کلائیاں زمین پر اس طرح بچھائے جس طرح کتے اور بھیڑیے وغیرہ درندے بچھا کر بیٹھتے ہیں اور اسی اصول کے تحت آپ نے اس طرح بیٹھنے سے بھی منع فرمایا جس کو اس حدیث میں عقبۃ الشیطان اور ایک دوسری حدیث میں اقعاء الکلب فرمایا گیا ہے۔ شارحین اور فقہاء نے اس کی تشریح دو طرح سے کی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک راجح یہ ہے۔ کہ اس سے مراد دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا ہے۔ اور چونکہ اس طریقہ میں کچھ استکبار اور جلد بازی کی شان ہے۔ اور اس شکل میں صرف گھٹنے اور پنجے ہی زمین سے لگتے ہیں۔ نیز کتے، بھیڑیے وغیرہ درندے بھی اس طرح ایڑیوں پر بیٹھا کرتے ہیں۔ اس لئے نماز میں اس طرح بیٹھنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا۔ واضح رہے۔ کہ یہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے۔ جب کہ بغیر کسی مجبوری کے آدمی ایسا کرے اگر بالفرض کسی کو کوئی خاص مجبوری ہو۔ تو وہ معذور ہے۔ اور اس کے حق میں بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بطریق مسنون قعدہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ کبھی اس طرح بھی بیٹھ جاتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم وغیرہ میں جو مروی ہے۔ کہ انہوں نے اس طرح بیٹھنے کو "سنتہ نبیکم" فرمایا تو اس کا مطلب بھی بظاہر یہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی معذوری کی وجہ سے اس طرح بھی بیٹھے ہیں واللہ اعلم۔ بہر حال اگر کوئی معذور ہو۔ تو وہ اس طرح بھی بیٹھ سکتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں اور بلا عذر نماز میں اس طرح بیٹھنے کی ممانعت ہے۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍؓ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُہٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حَذَاءَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْہِ مِنْ رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ ھَصَرَ ظَھْرَہٗ فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ اِسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَہٗ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِھِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ قَدَّمَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِہٖ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضرت ابو حُمید ساعدیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے صحابہؓ کرام کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (یعنی اس کی تفصیلات آپ سب لوگوں سے زیادہ یاد ہیں (اس کے بعد فرمایا) میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ کہ نماز شروع کرتے ہوئے جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر مونڈھوں تک لے جاتے اور جب رکوع میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے، پھر اپنی کمر کو پوری طرح موڑ دیتے (اور بالکل سیدھی برابر کر دیتے) پھر جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بالکل سیدھے اس طرح کھڑے ہو جاتے کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر منکا (یعنی ہر جوڑ) ٹھیک اپنی جگہ پر آجاتا (جہاں سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں وہ رہتا ہے پھر جب آپ سجدہ میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھ دیتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بچھا دیتے اور نہ ان کو سکیڑ لیتے (مطلب یہ ہے کہ آپ سجدہ کی حالت میں ہاتھوں کو سکیڑ نہیں لیتے تھے۔ بلکہ آگے بڑھا کے اپنے چہرے کے مقابلے میں وائیں بائیں رکھ لیتے تھے، لیکن کلائیاں اور کہنیاں زمین سے الگ اور اٹھی رہتی تھیں اور پاؤں کی انگلیوں کا رخ سجدہ میں قبلہ کی جانب ہوتا تھا۔ پھر جب دو رکعت پڑھ کر آپ (التحیات کے لئے) بیٹھتے تو داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے۔ اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے پھر جب آخری رکعت پڑھ کر آپ قعدہ اخیرہ کرتے تو اس طرح بیٹھتے کہ داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پاؤں کو (اس کے نیچے سے) آگے کی جانب نکال دیتے اور اپنی سرینوں پر بیٹھ جاتے (جس کو تورک کہتے ہیں) (صحیح بخاری)

تشریح۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تکبیر تحریمہ کے وقت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں دوسرے ایک صحابی مالک بن الحویرثؓ کا بیان ہے۔ کہ حتی یُحاذی بِھِمَا اُذُنَیْہِ" جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔ لیکن ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ جب ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں۔ کہ انگلیاں کانوں تک پہنچ جائیں۔ تو ہاتھوں کا نیچے والا حصہ مونڈھوں کے مقابلہ میں ہوگا اور اس صورت کو کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور مونڈھوں تک اٹھانے سے بھی ایک اور صحابی وائل بن حجرؓ نے وضاحت کے ساتھ یہی بات کہی ہے۔ سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں اُن کے الفاظ یہ ہیں۔

رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی کَانَتَا الْجِبَالُ مَنْکِبَیْہِ وَحَاذٰی اِبْھَامَیْہِ اُذُنَیْہِ

ترجمہ۔ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ وہ مونڈھوں کے برابر ہو جاتے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کے محاذات میں آجاتے

حضرت ابو حُمیدؓ ساعدی کی اس حدیث میں ایک خاص بات یہ بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اخیرہ میں اس طریقہ پر بیٹھتے تھے جس کو تورّک کہتے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث ابھی گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدہ میں آپ کے بیٹھنے کا عام طریقہ وہی تھا۔ جو حضرت ابوحمید ساعدی نے قعدہ اولیٰ کا بیان کیا۔ ہے۔ اور جس کو اصطلاح میں افتراش کہتے ہیں۔ بعض ائمہ اور شارحین حدیث کا خیال اس بارہ میں یہ ہے۔ کہ قعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کا عام طریقہ تو وہی تھا۔ جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہو چکا لیکن کبھی کبھی سہولت کے لئے یا یہ ظاہر کرنے اور بتانے کے واسطے کہ اس طرح

اَحَادِیثِ رَسُول صلی اللہ علیہ وسلم

استغفار کا بیان

عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ حضرت اغر مزنیؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پردہ ڈالا جاتا ہے۔ میرے دل پر اور میں استغفار کرتا ہوں دن میں سو بار

توبہ کا بیان

عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ حضرت اغر مزنیؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگو توبہ کرو۔ خدا سے میں توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں سو مرتبہ۔

استغفار کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو خدا تم کو ختم کردے اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لائے۔ جو گناہ کرے اور خدا سے مغفرت چاہے۔ اور پھر خدا ان کے گناہوں کو بخشدے (اس سے مقصود گناہ کی ترغیب نہیں ہے۔ بلکہ اپنی شان مغفرت کا اظہار مقصود ہے)

توبہ کا بیان

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِھَا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالیٰ دراز کرتا ہے۔ ہاتھ اپنا رات کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا دن کا اور پھیلاتا ہاتھ اپنا دن کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا رات کا اور وہ اس توبہ کو قبول کرے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ نکلے آفتاب مغرب کی جانب سے یعنی قیامت تک۔

عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرار کرتا ہے۔ اپنے گناہ کا اور پھر توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

بندہ کی توبہ سے خدا خوش ہوتا ہے

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ اَحَدِکُمْ کَانَتْ رَاحِلَتُہٗ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْہُ وَعَلَیْھَا طَعَامُہٗ وَشَرَابُہٗ فَاَیِسَ مِنْھَا فَاَتٰی شَجَرَۃً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّھَا قَدْ اَیِسَ مِنْ رَّاحِلَتِہٖ فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ ھُوَ بِھَا قَآئِمَۃً عِنْدَہٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِھَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ اَخْطَأَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے۔ تو وہ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے اس قدر خوش کہ اتنا خوش تم میں سے وہ شخص بھی نہ ہوگا جو اپنی سواری پر ایک چٹیل میدان میں جارہا ہو پھر وہ سواری گم ہوگئی ہو اور اس پر اس کا کھانا اور پانی بھی ہو اور وہ کافی تلاش و تجسس کے بعد نا امید ہو کر ایک درخت کے پاس آیا ہو اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا ہو پس وہ اسی مایوسی کی حالت میں خاموش و غمزدہ پڑا ہو کہ اچانک اس کی سواری اس کے پاس آکھڑی ہو اس نے اس کی رسی کو پکڑ لیا ہو۔ اور خوشی کی زیادتی کے سبب اس کے منہ سے یہ غلط الفاظ نکل گئے ہوں (اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں) (مسلم)

قیام شب قدر کی فضیلت

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے قرآن کریم شب قدر میں اتارا ہے، آخر سورت تک۔

(سورہ قدر۔ پارہ ۳۰)

نیز فرمایا کہ ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔ (سورۃ دخان۔ پارہ ۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو کوئی ایمان کی رُو سے اور بہ نیّت طلب ثواب شب قدر کا قیام کرے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دئیے جاتے ہیں (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ کو رمضان کی آخری سات راتوں میں شب قدر خواب میں دکھلائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ متفق ہوئے تمہارے خواب آخری سات راتوں پر، پس جو شخص تلاش کرنا چاہے شب قدر کو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کو آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ! اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ شب قدر کون سی ہے تو اس میں کیا کہوں؟ فرمایا یہ کہو کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ ترجمہ اے اللہ بیشک تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کردے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو تمام رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت الٰہی میں) خوب کوشش و محنت کرتے۔ (بخاری و مسلم)

بقیہ صہ ۱۹ - خوش نصیب

جن کے سینے کینے سے، جن کے دل خدا کے سوا ہر ایک سے خالی رہتے ہیں جو مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں مگر ترشرو نہیں ہوتے، نرمی کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سختی نہیں پائی جاتی۔ دوسرے کے عیبوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے عیوب کو کریدتے نہیں، جو اپنے قول و عمل میں خدا سے لو لگاتے ہیں۔ ان کا غصہ خدا کے لئے ہوتا ہے جس میں کینہ کا شائبہ تک نہیں ہوتا، نہ برائی کی خواہش ہوتی ہے ان کی خوشنودی بھی اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ جس میں نفس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ کسی کو اگر حکم دیتے ہیں تو وہی دیتے ہیں جو شریعت کا حکم ہوتا ہے اور اگر کسی کو کسی کام سے روکتے ہیں تو اسی سے روکتے ہیں جس سے شریعت نے روکا ہے نہ ان کو کسی کی ملامت کا ڈر ہوتا ہے نہ اللہ کے معاملے میں کسی کا خوف، وہ ظالموں سے ان کے ظلم کی وجہ سے نفرت کرتے ہیں اور ان کی تعظیم نہیں کرتے اور خدا سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ظالموں کے ظلم کو روک دے۔ کہ وہ ظلم نہ کر سکیں، یا ان کو معاف کر دے۔ اگر وہ توبہ کریں تو اللہ کی نازل کی ہوئی چیزوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کرتے ہیں۔ دنیا اور دنیا والوں سے بے نیاز رہ کر زندگی گذارتے ہیں۔

اے میرے عزیز بھائی! اللہ تم کو ان توحید کے متوالوں میں رکھے جو شرک کو کسی حال میں گوارا نہیں کرتے جو خدا پر ایسا مضبوط ایمان و یقین رکھتے ہیں جس میں ذرہ بھر شک نہیں ہوتا۔ خدا کو ایسا یاد کرتے ہیں کہ کسی وقت بھول چوک نہیں ہوتی۔ خدا سے ایسی دعائیں مانگتے ہیں جس میں وقفہ یا رخنہ پیدا نہیں ہوتا خدا کی مخلوق پر ایسے مہربان رہتے ہیں کہ ذرا سی بھی سختی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ جب کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو بناوٹی باتوں سے دور بھاگتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ تم کو ان پاک لوگوں میں بنائے جن کا کام اور مقصد زندگی یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندوں سے اور بندوں کو اللہ سے جوڑیں۔ اور خدا کی نعمت کی یاد دہانی کرتے رہیں۔ مخلوق خدا کو خدا کی بندگی اور اس کی فرمانبرداری کی طرف متوجہ کرتے رہیں، جن کے ہاتھ لوگوں کے مالوں پر نہیں اٹھتے۔ جن کے اعضاً مسلمانوں کی اذیت رسانی سے محفوظ رہتے ہیں، اور عام مسلمان ان کی صحبت سے سکون و راحت محسوس کرتے ہیں۔

اے اللہ! ان باتوں کو شرف قبولیت عطا فرما"

اُستاد سعید زمان

خوش نصیب

ایک دن صبح کو جب مَیں سو کر اٹھا تو میرا دل بہت پریشان تھا۔ مَیں نے صبح کی نماز پڑھی لیکن میرے دل کو کوئی سکون نہ حاصل ہو سکا۔ میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی کہ میرے قریب رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ صبح کا سہانا وقت تھا۔ نیویارک پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ مَیں نے فون اٹھایا بات کرنے والا میرا ایک الجزائری دوست تھا جو تقریباً بیس میل دُور ایک گاؤں سے فون کر رہا تھا۔ اُس دوست نے مجھ کو ایک دعا سنائی جس سے وہ خود متاثر ہوا تھا۔ اسی تاثر کی وجہ سے اس نے مجھ کو فون ہی پر پوری کی پوری یہ دُعا سنا دی اور مَیں نے اس دُعا کو بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سُنا اور اس کی طوالت کا مجھے ذرا بھی احساس نہ ہُوا اس دعا نے میری پریشانی کو دُور کر دیا۔ مَیں سکون و راحت سے ایسا سرشار ہُوا کہ مَیں نے اس سے خواہش کی کہ وہ پوری دعا لکھ کر مجھ کو بھیج دے اس نے خوشی کے ساتھ میری اس خواہش کو قبول کرکے پوری دعا لکھ کر مجھ کو بعد میں بھیج دی۔

یہ دعا در حقیقت ابوالسعود بن ابی العشائر کا ایک خط ہے جو انہوں نے اپنے ایک عزیز دوست کی خواہش پر لکھا تھا وہ خط یہ ہے:۔

"میرے بھائی! تم پر سلامتی ہو اور خدا کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں، تم نے مجھ کو لکھا ہے کہ مَیں تمہارے لئے دعا کروں حالانکہ بندہ اس قابل نہیں کہ اس کی دعا سنی اور قبول کی جا سکے۔ لیکن تمہاری خواہش کو پورا کرتا ہوں۔

میرے عزیز بھائی! اللہ تم کو اپنی یاد عطا فرمائے۔ اور تم کو اپنے شکر کی نعمت بخشے۔ اپنے فیصلہ پر راضی کرے، اپنی توفیق اور اپنی معرفت سے تم کو محروم نہ فرمائے، اور نہ تم کو تمہارے اپنے نفس کے حوالہ فرمائے، تم کو ایسا (خوش قسمت) انسان بنائے جو اپنا عہد پورا کرے اور اپنے قول و عمل میں سچّا ہو، جو سچائی، تہذیب و شائستگی کا طالب ہو اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کا خواہش مند رہے، جو اپنے نیک اعمال کے ذریعہ آخرت کی فلاح حاصل کرنے والا ہو، اذیت رساں چیزوں کو دُور کرنے والا ہو اور دُوسروں کو تکلیف دینے سے پناہ چاہنے والا ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ تم کو ان پاک لوگوں میں بنائے جو خوفِ خدا سے لرزنے والے ہیں، اس کو ایک جاننے والے اور اس پر دل و جان سے ایمان رکھنے والے ہیں خدا کی ذات کو اپنے نفسوں پر اور اس ذاتِ عالی کے حق کو اپنے حقوق پر ہر حال میں ترجیح دینے والے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

ایڈیٹر عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا)